بیان الحکمہ
تحقیقی مجلہ-8
http://bayan-ul-hikmah.salu.edu.pk

بیان الحکمہ [تحقیقی مجلّہ]
(2022ء)

Impact of Islam on the poetry of non-Muslim poets of British period

عہد فرنگی میں سندھ کے غیر مسلم شعراء کے کلام پر اسلام کا اثر

*Sara Jamali
**Mohammad Ali Shaikh
***Zahoor Abbas Abbasi

Abstract: Islam as a religion was embraced by the people of Sindh much before the conquest of Sindh by Muhammad Bin Qasim in 712 A.D. Soon after the change of political and ruling system in Sindh, native population took interest in Islam and its teaching. It changed the class-oriented society and paved way for free thinking, vision and wisdom.

Islam made Sindh the land of love and peace. It was divided society before becoming under the rule of Arabs and local Muslim Rulers. The impact of Islam and its teaching can be found and proved by providing witness from the history of Sindhi literature, Particularly the poetry. In this connection, a few Non-Muslim poets belonging to the British Period (1843-1947) has been selected for study to examine the impact of Islam and Islamic teachings on their poetry.

Islam painted an ideal color on the people of Sindh. Imam Ozai, Abu Atta and Abu Mashir are big names in Arabic literature, and they were all Sindhis. Islam enlightened the religion and world of Muslims, but also had a positive effect on non-Muslims.

کلیدی الفاظ: نظریاتی خلفشار، عربی ادب، فرہنگی راج، ہندو شعراء، محبوب سبحانی

*Lecturer in Urdu, Govt Girls Degree College Larkana
**Lecturer in Islamic Studies, Shaik Ayaz University, Shikarpur, Sindh
***Assistant Prof, Govt Degree College Kot diji, Sindh

تعارف

سندھ اسلامی ریاست بننے سے پہلے، سماجی اور نظریاتی خلفشار کا گہوارہ بنی ہوئی تھی۔ حکمرانِ وقت راجا ڈاہر خود برہمن تھا، اور عوام کی اکثریت بدھ مت سے تعلق رکھتی تھی۔ لہٰذا اختلافِ ادیان نے عوام کی زندگی اجیرن کی ہوئی تھی۔ کٹر ہندو بدھ مت کے پیروکاروں پر ظلم و تشدد کیا کرتے تھے۔

اس کے علاوہ سندھ خود سر چھوٹے چھوٹے مقامی نوابوں کے زیر تسلط تھی۔ پوری سندھ میں ایک جیسا نظام ناپید تھا۔ اس صورتحال نے سندھ میں امن و امان کا مسئلہ سنگین تر بنادیا تھا۔ قتل و غارت اور اغوائے برائے تاوان عام جرائم بن چکے تھے۔ جرائم پیشے لوگ حکومت کی گرفت سے باہر تھے۔ جب سمندری لٹیروں نے سری لنکا سے آنے والے مسافروں کو لوٹا اور متعدد عورتیں اغوا کرلیں، تو راجا ڈاہر یرغمالیوں کو آزاد کرانے میں بے بس ہوگیا۔ بچے کھچے لوٹے ہوئے مسافروں نے عراق پہنچ کر حکمرانِ وقت حجاج بن یوسف کو فریاد کی، اور اس کے نتیجے میں محمد بن قاسم نے 712ء میں سندھ پر لشکرکشی کی اور فتح حاصل کرکے سندھ میں مسلمانوں کی حکومت کی بنیاد ڈالی (1)

712ء سے لے کر 1843ء تک سندھ کے حکمران مسلمان رہے۔ اسلام نے خلفشار شدہ سندھ میں امن و امان، سکون اور رواداری کا انسان دوست نظام قائم کردیا۔ اس دور میں مسلم حکمرانوں نے غیرمسلم رعیا کی قدردانی کی، ان کو اپنی حکومت میں بڑے بڑے عہدوں پر فائز کیا۔ غیر مسلم فوج سے لے کر سفارت کاری میں ملازمت کیا کرتے تھے۔ تالپور حکمرانوں کے زمانے میں گدومل ان کا سینیئر وزیر ہوا کرتا تھا۔ حیدرآباد میں گدوبندر اج بھی ان کی یاد تازہ کراتا ہے (2) چونکہ یہ ہمارے موضوع کا حصہ نہیں کہ یہاں ان

تمام تر وزراء، عملداروں اور فوجیوں کے نام گنوائے جائے۔ جو غیر مسلم تھے، اور 712ء سے لے کر 1843ء تک سندھ کی اسلامی ریاست میں متعدد عہدوں پر فائز رہے۔ لہٰذا حوالے کے طور پر گدومل کا نام گنوانا مناسب جانا۔

اسلام نے اہلیان سندھ پر مثالی رنگ جمایا۔ عربی ادب میں امام اوزاعی، ابو عطا اور ابو معشر بڑے نام ہیں، اور یہ سب سندھی تھے (3) اسلام نے مسلمانوں کے دین و دنیا کو تو منور کیا، لیکن غیر مسلم پر بھی مثبت طریقے سے اثرانداز ہوا۔ اس کے نتیجے میں سندھ میں غیر مسلم مسلمان حکمرانوں، علماء اور فقراء کے گرویدہ بن گئے۔ یہی وجہ ہے کہ مدن بھگت نے شاہ لطیف کا دامن نہیں چھوڑا ،اور زندگی بھر اپنے اس ہادی اور مرشد کے سائے تلے رہا۔ یہ ہی سبب ہے کہ سچل سرمست اور شاہ عنایت کے مریدوں میں آج بھی غیر مسلم لوگوں کی بڑی تعداد پائی جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قلندر شہبازؒ کے عرس کے موقع پر ہندو ہی اس کی مہندی کی رسم کا اہتمام کرتے ہیں (4)۔

اسلام نے غیر مسلم لکھاریوں اور شعراء پر بہت اثر ڈالا ہم سندھ کی مکمل تاریخ کے اوراق گردانی کرنے کے بجائے برٹش پیرڈ کا انتخاب کرتے ہیں۔

فروری 1813ء میں نیپیئر نے جنگِ میانی جیت کر سندھ میں فرنگی راج کی بنیاد ڈالی (5)۔ فرنگیوں نے "لڑاؤ اور حکومت کرو" کی حکمت عملی اختیار کرکے ہندو مسلم نفاق کو پروان چڑھانے کی کوشش کی۔ لیکن اسلام کے اثر کو زائل نہ کرسکے۔ لہٰذا غیر مسلم لکھاری اس دور میں بھی اسلام سے متاثر ہوتے رہے اور اس کی جھلک ہمیں ان کی تحریروں میں نظر آتی ہے۔ لعل چند امرڈنو مل ایک ہندو قلمکار تھا، اس نے "محمد رسول اللہ" کے عنوان سے کتاب لکھی (6)۔ اس دور میں دیوان لیلا رام وطنمل نے شاہ لطیف کے کلام میں قرآن و

حدیث کے حوالوں پر 200 صفحات پر مشتمل ایک مستند کتاب لکھی (7)۔ بہت سے نثرنویسوں نے اسلام، اکابرینِ اسلام اور اسلامی تعلیمات پر کتابیں لکھیں لیکن میں نے غیر مسلم شعراء کے کام کو نظر میں رکھ کر، مثالیں دے کر یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ ان کی شاعری پر نمایاں طور پر اسلامی اثر نظر آتا ہے۔

غیر مسلم شعراء کے کلام پر اسلام کا اثر ہم دو طریقوں سے بیان کرسکتے ہیں۔ پہلے طریقے سے ہم موضوعات کو ذہن میں رکھ کر بات کو آگے بڑھائیں، دوسرے طریقے سے ہم شعراء کے ناموں کو آگے رکھ کر ان کے اشعار سے مثالیں پیش کریں۔ میں اس مقالے میں دونوں ہی طریقے استعمال کریں گے۔

(الف) موضوعاتی مطالعہ

1۔ ربِ کریم کی کبریائی

کائنات کے خالق اور مالک کو ہر ایک مذہب نے کسی نہ کسی حیثیت اور صورت میں مانا ہے۔ البتہ دینِ اسلام میں اللہ کریم اور اس کا وجود ایمان میں مرکزی اور کلیدی حیثیت رکھتا ہے۔ ہندوؤں نے کبھی پیپل میں پرمیشور کے وجود کو محسوس کیا تو کبھی گنگا کی موجوں میں اس کی حیثیت کو پالیا۔ سندھ کے غیر مسلم شعراء نے جہاں اپنے دھرم کے حوالے سے کائنات کے خالق کو موضوع بنا کر شاعری کی ہے، وہاں اسلام کے زیرِاثر اس طرح کی شاعری کی ہے، جو گمان ہوتا ہے کہ یہ کسی مسلمان شاعر کا کلام ہے۔

"ایسر" برٹش پیرڈ کا ایک ویدانتی شاعر ہو گذرا ہے۔ اس کا اندازِ بیان ملاحظہ فرمائیں:

"ایسر" کے سندھی اشعار ہیں

اللہ جل جلال هو، اسم ايهو چون
قلبي ذكر قلب مان، تا ظاهر زور پڙهن
پلي پور چڙهن، اگهياسي ايسر. چوي (8)

ایسر کہتا ہے کہ رب کریم کو راضی کرنے والے لوگ اللہ جل جلال ہو کا ورد کرنے میں سکون محسوس کرتے ہیں اور دل کے حضور سے یہ ذکر کرتے رہتے ہیں۔ یہ خوش بخت لوگ ہیں جو دنیا کے اسی دریاء میں سب سے پہلے کشتی میں سوار ہوتے ہوں اور اس پار بے خوف و خطر پہنچ جاتے ہیں۔

اس دور کے دوسرے شاعر نہال چند فرماتے ہیں:

جن جو عشق اللہ سين، سي وتن ويراڳي،
چاھ جن جن چت ۾، تن جي اها ئي ساڳي
"نهال" وڏي ياڳي، پر مهنس گر پايو. (9)

نہال کے اس شعر کا اردو ترجمہ کچھ یوں ہے:

جو رب کریم سے عشق کرتا ہے۔ وہ ہی دراصل جوگی فقیر ہوتے ہیں۔ وہ اللہ کو دل اور من سے مانتے ہیں۔ ان کو ہی وحدانیت کی منزل نصیب ہوتی ہے۔

کانہیو مینگھواڑ فرماتے ہیں:

اللہ هو جل جلال، صاحب رب ستار
ساراهيان سچو ڏڻي، مڙني جو مختار
وڏائي واحد کي، ٻيا ڏوڙي سڀ ڏنار
کوڙ کمائي سي ٿيا، لولي؛ منجھ لاچار
اهو رب جبار، لاهي ڏک دنيا سدا. (10)

شاعر فرماتا ہے کہ: اللہ ذوالجلال ہو رب تعالیٰ بڑی عظمت والا ہے، وہ ہی رب اور ستار ہے۔ ہمیں اس پاک ذات کی عبادت کرنی چاہئے اور حمد کرنا چاہیئے۔ کیوں کہ وہ سب سے اعلیٰ اور افضل ترین ہے۔ باقی تمام تر ان کی مخلوق اور ان کی حیثیت سے کم ہیں۔ جو خدا کو نہیں مانتا، وہ لاچار اور پریشان و پشیمان ہوگا۔ اللہ تعالیٰ ہی ایک یکجا ذات ہے، جو ہمارے دکھ درد ختم کرسکتا ہے۔

عشقِ رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے نبی ہیں، اور ہم بحیثیت مسلمان آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو رحمت للعٰلمین تسلیم کرتے ہیں۔ آپ تخلیقِ کائنات کا سبب واحد ہیں۔ اس رحمت للعٰلمین کو دیگر مذاہب کے پیروکار بھی بڑی عزت اور محبت کے ساتھ سلام عقیدت پیش کرتے ہیں، اور آپ کی تعلیم و تدریس کو مقدس سمجھتے ہیں۔

برٹش پیرڈ کے متعدد ہندو شعراء کرام نے عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی شاعری کا موضوع بنایا ہے، اور ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں نعتیں لکھی ہیں:

صوفی آسورام کچھ اس طرح کہتے ہیں (11)

بچائج ڪفرِ ظلمت ڪان،
مدد ڪر يا رسول الله ﷺ.
تون آهين، نور نوراني،
مٺو محبوب سبحاني،
نہ ڪو ٻيو تنهنجو ٽيو ثاني،
ڪرم ڪر يا رسول الله ﷺ.
خدا فرقان نازل ڪيو،
مٿي مرسل موچاري تو،
اڪارج ڏڏ پلئہ جو پيو،
لطف ڪر يا رسول الله ﷺ.
امت ساريءَ سندو شافع،
ڏکن مرض سندو دافع،
سڄو جڳ ٿيو توڪان نافع،
رحم ڪر يا رسول الله ﷺ.
سوا لک تي مٿي مرڪين،
تارن ۾ چنڊ جيئن چمڪين،
سدا ڀڳڙ پيو ڀڪين،
مهر ڪر يا رسول الله ﷺ.

اس کا ترجمہ یوں ہوتا ہے

میں کفر کی ظلمت میں گرفتار ہوگیا ہوں، خدا کے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم آپ میری مدد فرمائیں۔ آپ خدا کا نور اور محبوب سبحانی ہو، تیرا کوئی ثانی نہیں۔ آپ بے بدل ہیں۔ آپ کرمِ عنایت کریں۔ آپ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں کہ جس پر رب کریم نے قرآن مجید نازل فرمایا۔ میں حالات کی دلدل میں پھنس گیا ہوں، مجھ پر لطف کر کے

ان حالات سے باہر نکالیں۔ تم اپنی امت کی شفا کرنے والا ہے، آپ کی دعا اور کرم نظر سے دکھ دور ہوتے ہیں۔ آپ پوری کائنات کو فائدہ دینے والے ہو۔ مجھ پر بھی اپنی مہربانی فرما۔ آپ انبیاء کرام کے سردار ہیں۔ وہ سب ستاروں کے مانند ہیں، اور آپ ان ستاروں کے درمیان ایک چاند کی حیثیت رکھتے ہو۔ آپ ہر پل اور ہر دم انسانیت پر احسان کرتے ہو، مجھ پر بھی مہربانی فرما۔

بھگوانداس "بھائی "بند" کے نعت گوئی کا انداز ملاحظہ فرمائیں (12)

یا رسولِ خدا! سلام علیک
شان رب العلیٰ! سلام علیک
میر ارض و سما! سلام علیک
سر عرشِ علیٰ! سلام علیک
یا مظہرِ کبریا! سلام علیک
مرحبا مرحبا! سلام علیک
انت بدرالدجیٰ! سلام علیک
انت شمس الضحیٰ! سلام علیک
زیست ارض و سما! سلام علیک
سید الاتقیا! سلام علیک
جلوہ ماوریٰ! سلام علیک
نطق خیر الوریٰ! سلام علیک
عین وحیءِ خدا! سلام علیک

نور غارِ حرا! سلام علیک
شافع دوسریٰ! سلام علیک
سید الانبیاء! سلام علیک
آرزوئے خدا! سلام علیک
خیر الوریٰ! سلام علیک
ترجمانِ خدا! سلام علیک
فخر "بھائی بند" کا! سلام علیک
مجتبیٰ مصطفیٰ! سلام علیک

شاعر نے الفاظ کا انتخاب اس طرح سے کیا ہے کہ اس کو ترجمہ کرنے کی کوئی ضرورت محسوس نہیں ہوئی۔

موہن فقیر لاڑکانہ واسی ویدانتی سنت شاعر تھا۔ اس کے عقیدت مندوں کا حلقہ بڑا وسیع تھا۔ وہ اپنی شاعری میں شانِ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم اس طرح بیان کرتے ہیں:

مرشد معنيٰ سان ڏنو، اسم کو اڪثير،
اورئون احمد آيو، سو مج محمد مير.
محبت جا محبوب جي، سچي سچ ۾ سير،
آٽائي عرش تي، ڪيس قرب قدير.
آهي سندس آسري، هو "موهن" جو دستگير
آئون ٿيس اسير، هن قربدار جي قرب ۾ (13)

موہن فرماتا ہے کہ میں اپنے ہادی اور مرشد کا ممنون و مشکور ہوں، جس نے مجھے اسم اعظم عطا فرمایا۔ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا اسمِ گرامی ہی وہ اسم اعظم تھا۔ اس اسم اعظم نے میرے اندر میں اجالا کردیا اور من میں محبت کی جوت جلادی۔ یہ وہ ہی محمد کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، جس کو خدا پاک نے عرش عظیم پر بلا کر اپنی شان اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت بیان فرمائی۔ وہ میرا دستگیر ہے اور اس کے سہارے پر قائم و دائم ہوں، میں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے قرب اور محبت کا اسیر ہوں، اور دنیا میں سب سے امیر ہوں۔

جھامنداس "صوفی" کا اندازِ بیان کچھ اس طرح کا ہے(14)

ڏٽيءَ در رات ڏينهن، منهنجي التجا آهي،
چمان چائنٽ ڏسان روضو، وجي نروار بسم الله.
سمجهان سج ۽ رائو رج هتي تو مان،
آهي مني مرسل جو ملڪ گلزار بسم الله.
ادب احرام آ منهنجو، سندم سر ساهه قربان،
محبت مير مرسل جي، سچو سينگار بسم الله.
پڑهان صلوات مٿس مان، ۽ آل اطهر تي،
شفاعت جو تہ آهيان حقدار بسم الله.

جھامنداس صوفی اپنی عقیدت کا اظہار کچھ اس طرح کرتا ہے:

"میں دن رات خدا کے حضور میں یہ التجا کرتا ہوں کہ وہ دن آئے کہ میں مدینہ منورہ جاکر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضے مبارک کا دیدار کروں۔ میں یہاں چاروں

اطراف سنسان سا ماحول محسوس کرتا ہوں اور میرا ایمان ہے کہ اس سنسان اور ویران دنیا میں نبی کریم صلی اللہ علیہ سلم کا شہر گلزار کے مانند ہے۔ میں آنحضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا دل و جان سے ادب اور احترام کرتا ہوں، اور میری جان بھی آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر قربان ہو۔ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اپنے روح و وجود کا سینگار سمجھتا ہوں۔ میں دل کے حضور سے آپ پر صلوات پڑھتا ہوں اور خود کو شفاعت کا حقدار سمجھتا ہوں۔

حضرت مولیٰ علی سے محبت

برٹش دور کے ہندو شعراء کے کلام کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ متعدد شعراء نے حضرت علی کرم اللہ وجہ سے دل کھول کر عقیدت اور محبت کا اظہار کیا ہے۔

رام پنجوانی، اس دور کا نوجوان شاعر تھا۔ انہوں نے جوانی میں ہی علم ادب کی دنیا میں نام کمایا۔ وہ ایک ناول نگار اور مشہور شاعر تھا۔ وہ حضرت علی ؓ سے عقیدت کا اظہار کچھ اس طرح کرتا ہے۔ (15)

علي مشڪل ڪشا حامي، تہ ڇا جو خوف ۽ ڇا جو غم؟
ڪيان تعريف عليءَ جي آئون، ڪيان مان ياد مان دم دم.
وڃان مان در ٻئي ڇا لئہ، ٻئي سان منھنجو ڪھڙو ڪم؟
علي اعليٰ علي افضل، علي ئي آهي سڀ ڪان اتم.

اس کا سلیس ترجمہ یوں ہوگا کہ "جس نے مان لیا ہے کی علی مشکل کشا ہے، اس کو کسی قسم کا خوف اور غم لاحق نہیں ہوسکتا۔ میں تو علی کا مداح ہوں اور اس کو دم بدم یاد کرتا رہتا ہوں۔ مجھے علی کے در کے سوائے کسی اور کے در پر ٹھوکریں نہیں کھانی۔ علی ہی اعلیٰ افضل ہے، علی کی شان اتم ہے"۔

اسلامی عقائد کا پرچار

سندھ کے ہندو شعراء پر اسلام کے اثر کی گواہی اس سے زیادو اور کون سی ہو سکتی ہے کہ بہت سے ہندو شعراء نے اسلامی اقدار کو اعلیٰ اور افضل مان کر اپنی شاعری میں ان کی تبلیغ کی ہے۔ چند مثالیں ملاحظہ فرمائیں۔

(الف) انسان مٹی سے بنایا گیا ہے۔ دینِ اسلام نے دنیا کو بتایا ہے کہ آدم مٹی سے بنایا گیا۔ انسان مٹی ہے اور مرنے کے بعد مٹی میں مل جاتا ہے۔ صاحب سنگ بولسنگ یہ بات اس انداز سے کرتا ہے۔(16)

خالق خلق يا خاڪ جا، سپ دولتمند عالي،
ڪي ڪڙمي رهيا ڪيت جا، ڪن ڪئي ڪرت نرالي.
ڪي امير وزير ٿيا، ڪي ٿيا سڪٽي هٿ خالي،
مٽي پوءِ بہ مٽي ٿئي، ڪٽي لائجي لبن ڪي لالي.

صاحب سنگ کی شاعری کا آسان اردو میں ترجمہ یوں کیا جا سکتا ہے کہ شاعر کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو مٹی سے بنایا ہے۔ کوئی انسان دولتمند ہوتا ہے، کوئی کاشتکار یا دیگر کام کاج کرتا ہے، کوئی امیر ہے تو کوئی وزیر ، کوئی غریب و نادار ، لیکن سب مٹی کے بنے ہوئے ہیں -

(ب) شیطان نے حضرت آدم کو مٹی کا بنا ہوا سمجھ کر سجدہ کرنے سے انکار کیا۔

دین اسلام ہمیں بتاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے شیطان کو حکم صادر فرمایا کہ تم حضرت آدمؑ کو سجدہ کرو۔ اس پر بے فرمان شیطان نے انکار کرتے ہوئے جواز پیش کیا کہ حضرت

آدم مٹی سے بنا ہے، اور میں آگ سے بنا ہوں۔ میں آدم سے افضل ہوں، اس لیئے اسے سجدہ نہیں کروں گا۔ اس پر اللہ کے غضب نے اسے گھیر لیا اور شیطان لعنتی بن گیا۔

ہندو شاعر ہرومل رامنداس یہ قصہ اس طرح بیان کر رہا ہے (17)

خاڪ جي پيدا ٿيڻ مان، مون نہ ڪو انڪار آهي،
سو تہ ٿو شيطان سڏجي، جنهن مٽي کان عار آهي.
جو نہ ماڻهوءَ کي ٿو مڃي، سو تہ آدمي بيڪار آهي،
جڳ جڳ ۾ اهو ٿئي تہ، ڏاڍو ذليل و خوار آهي.

ہرومل رامنداس کہتا ہے کہ میں مانتا ہوں اور انکار کرنے کی جرئت نہیں کر سکتا میں مٹی سے بنایا گیا ہوں۔ شیطان کو ہی مٹی سے نفرت ہے، اور وہ خود کو مٹی سے افضل سمجھتا ہے۔ جو آدمی انسان کا احترام نہیں کرتا، وہ بیکار ہے، اور وہ اس جہان اور آنے والے جہان میں ذلیل و خوار ہوگا۔

(ت) قالو بلیٰ کا قول

اسلام ہمیں بتاتا ہے کہ رب کریم نے اِنسان کو پیدا فرما کر اس سے گفتگو فرمائی۔ اللہ تعالیٰ نے انسان سے پوچھا: "الست بربکم" کیا میں تیرا رب نہیں ہوں؟ اس پر انسان نے عرض کیا کہ "قالو بلیٰ" اس نے کہا کہ بیشک آپ ہمارے رب ہیں۔

جھامنداس روز ازل کا قصہ اس انداز سے بیان کرتا ہے۔(18)

ناهيري مهيني نامر ڪي، تون نوڙت ساڻ نهار،
عـهـد ڪـيـو تو آدمي! سو تہ پرين سان پار.

مفہوم یوں ہوتا ہے کہ اے انسان! تم ادب احترام کے ساتھ غور و فکر کر اور یاد کرنے کی کوشش کر کہ تم اللہ تعالیٰ سے وعدہ کرکے آئے ہو۔ اس وعدے کے نبھانے کی حتی المقدور کوشش کرتے رہو -

(ث) موتو قبل انت موتو:

تصوف تعلیم دیتا ہے کہ مرنا تو سب کو ہی ہے ، لیکن بہتر یہ کہ مرنے سے پہلے آدمی اپنے نفس، خواہشات اور دنیاوی تعلقات کو ماردے۔ اگر کوئی اس طریقے سے مرگیا تو وہ امر ہوجائے گا۔

تولارام "عاجز" یہ بات اس انداز سے کرتا ہے: (19)

موت مٺائي جنهن جيئري ڪاڏي وٺي
تنهن جي وات وساري ڪا ڪڙائي ڪٺي

کہتا ہے کہ جس نے اپنی زندگی میں موت کی میٹھی مٹھائی کھالی، اس کو کبھی کسی چیز کا کڑوا ذائقہ محسوس نہیں ہوگا۔

(ج) کل من علیہا فان

دنیا فانی ہے۔ تخلیق کائنات سے پہلے فقط اور فقط رب کریم تھا اور اختتامِ کائنات کے بعد اس ہی کی پاک ذات ہوگی، باقی سب چیزیں فانی ہیں، یہ عین اسلامی درس ہے، اور برٹش پیرڈ کے سندھی ہندو شعراء نے اس موضوع پر بھی شاعری کی ہے۔ سوبھراج نرملداس "فانی"، اس درسِ اسلامی کا اثر قبول کرتے ہوئے کہتا ہے کہ: (20)

قضا جي قبضي ۾ آهي، ڪل من عليها فان،
سي روح راس ڪرڻ جي، رضا رب جي پسند.

سوبھراج "فانی" کہتا ہے کہ ہر ایک انسان قضا کے قبضے میں ہے، ہر چیز فنا ہونے والی ہے اور فنا ہوگی، وہ ارواح جو اس حقیقت کو مانتے ہیں، وہ پرسکون ہوتے ہیں اور اس فانی دنیا کے فریب میں نہیں آتے۔

برٹش پیرڈ کے ہندو شعراء پر اسلام کا اثر، ایک دلچسپ اور اہم موضوع ہے۔ اس پر تو پوری کتاب لکھی جا سکتی ہے، یا اس موضوع پر پی ایچ ڈی کے لیئے مقالہ لکھا جا سکتا ہے۔ ہم مختصر طور پر یہ کہہ سکتے ہیں کہ سندھ میں اسلام انسان دوست تعلیم اور سندھ میں بسنے والے مسلمانوں کے قابلِ ستائش رویوں نے ہندو آبادی کے دل جیت لیئے، اور ہندو شعراء نے اس کا اثر قبول کیا، اور اپنی شاعری میں اس کا بھرپور اظہار بھی کیا۔

حوالاجات

(1) مولائی شیدائی: "جنت السندھ"، سندھی ادبی بورڈ، جامشورو سال 1964، ص 35۔

(2) Qamar-u-din Bohra: "History of Hyderabad", Hyderabad, 1995, P.188.

(3) قاسمی، غلام مصطفی: "الرحیم"، شاہ ولی اللہ اکادمی، حیدرآباد، 1975، ص 108۔

(4) تاج صحرائی: "قلندر کی عظمت"، قلندر شہباز ملیر کامیٹی 1960، ص 97۔

(5) پٹھان، در محمد: "سیاسی چرپر"، گلشن پبلیکیشن، حیدرآباد، 1986، ص 15۔

(6) پٹھان، در محمد: "کراچی میں سندھی زبان اور علم ادب کی ترقی"، Ph.D مقالہ، 1978، ص 251۔

(7) ایضاً

(8) ایسر:"ایسر جا آلاپ"،سناتن دھرم پبلی کیشن، کراچی 1933،ص102۔
(9) نہال چند:"شبد نہال چند"،ساگر اکادمی، سکھر،1920،ص111۔
(10) پٹھان در محمد:"جھڑا گل گلاب جا"، گل حیات پبلی کیشن،1992،ص161۔
(11) صوفی آسورام:"صوفي آسورام جو ڪلام"، رتن ساہتیہ منڈل، حیدرآباد1909،ص25۔
(12) بھائی بھگوانداس: "واٽي پائي ڀڳوانداس" ویدانتی پھلواڑی، شکارپور سنہ 1925، ص 55۔
(13) موہنداس: "اشلوڪ موهن فقير" ایکتا پرنٹنگ پریس، لاڑکانہ 1933، ص 101۔
(14) صوفی جھامنداس: "جهرمر جهامنداس جي" پوکرداس اینڈ سنز، سکھر، سنہ 1920، ص 33۔
(15) رام پنجوانی: "رام پنجواڻي جو ڪلام" انیل پبلشنگ ہاؤس، لاڑکانہ سنہ 1946، ص 57۔
(16) صاحب سنگ: "شلوڪ صاحب سنگ" کراچی الیکٹرک پرنٹنگ پریس، سنہ 1925، ص 57۔
(17) ہرومل رامنداس: "هرو مل چئي هڪ وار" سناتن دھرم پبلشنگ ہاؤس، کراچی، سنہ 1940، ص 80۔
(18) حوالہ نمبر 14، ص 90-
(19) بالانی تولا رام "تولارام جي باڻي"، نواب شاہ سہتیہ منڈل، سنہ 1935، ص26۔
(20) پٹھان، ڈاکٹر در محمد "جهڙا گل گلاب جا"، ص 120۔